مکرم رانا غلام مصطفیٰ منصور صاحب

فضائل قرآن۔ ہر زمانہ اور ہر قوم کے لئے کامل لائحہ عمل

قرآن کریم کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ قرآن کریم کے مطالب و معانی زمانہ کی ضرورت کے مطابق نازل ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اور کوئی چیز نہیں مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں اور ہم اسے نازل نہیں کرتے مگر ایک معلوم اندازے کے مطابق۔ (15-الحجر:22)

قرآن جواہرات کی تھیلی ہے۔ اس سے قیمتی موتی، ہیرے اور جواہرات کی تلاش کے لئے اس کا پڑھنا، غور وتدبر کرنا ازبس ضروری ہے اور اس کی عظمت شان پر دلالت کرتا ہے۔

سیدنا حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ قرآن کریم کی تلاوت کی خاص تاکید فرماتے ہیں۔

قرآن کریم کی تلاوت کرنے والوں اور تلاوت نہ کرنے والوں کی مثال بیان کرتے ہوئے سیدنا حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مومن قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے اس کی مثال نارنگی کی سی ہے۔ جس کا مزا بھی اچھا ہوتا ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور اس مومن کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا مگر اس پر عمل کرتا ہے وہ کھجور کی طرح ہے کہ اس کا مزا تو اچھا ہے لیکن اس کی خوشبو نہیں ہوتی اور جو منافق قرآن پڑھتا ہے وہ گل ریحان کی طرح ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے لیکن اس کا مزا کڑوا ہوتا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن کریم نہیں پڑھتا حنظل (اندرائن) کی طرح ہے جس میں مہک اور خوشبو بھی نہیں ہوتی اور اس کا مزا بھی تلخ اور کڑوا ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

(ترمذی ابواب فضائل القرآن باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن مالہ من الاجر)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا ہے اور سکھاتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ)

قرآن کریم کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ہے کہ یہ علوم و معارف کا خزانہ ہے اور اس کے مختلف بطن ہیں۔ سیدنا حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً یہ قرآن سات بطون پر اُتارا گیا ہے۔ پس تم اس میں سے جیسے میسر ہو پڑھو۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف)

حضرت مصلح موعود اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

قرآن کریم قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے کس طرح کافی ہوسکتا ہے؟ جبکہ ہر زمانہ اپنے ساتھ نئی ضروریات لاتا اور نئے تغیرات پیدا کرتا ہے۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شبہ کے ازالہ کے لئے فرمایا کہ قرآن کریم کے سات بطن ہیں۔ عام طور پر لوگوں نے اس حدیث کو پوری طرح نہیں سمجھا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ مختلف زمانوں کے تغیرات کے مطابق قرآن کریم کی آیات کے معنے کھلتے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے لوگوں کو قرآن کریم کی کئی آیات کے وہ معنے نظر نہ آئے جو بعد میں تغیر آنے والے زمانہ کے لوگوں کو نظر آئے۔ اب حضرت مسیح موعود نے قرآن کریم کے جو نکات اور معارف نکالے وہ قرآن کریم میں نئی آیات داخل کر کے نہیں نکالے۔ آیات وہی تھیں۔ ہاں آپ پر اس زمانہ کے مطابق ان کا بطن ظاہر ہوا۔ قرآن کریم کے سات بطن سے مراد سات عظیم الشان ذہنی اور عقلی اور علمی تغیرات ہو سکتے ہیں اور اس میں بتایا گیا ہے کہ ہر ایسے تغیر میں قرآن کریم قائم رہے گا اور کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ ہمارے زمانہ کی ضروریات کو قرآن کریم پورا نہیں کرتا۔ قرآن کریم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جوں جوں دنیا میں تغیر آتے جائیں گے اور لوگ قرآن کریم پڑھیں گے اس زمانہ کی ضروریات کو پورا کرنے والا مفہوم اس میں سے نکلتا آئے گا اور لوگ تسلیم کریں گے کہ ہاں قرآن کریم ہی اس زمانہ کے لئے بھی کافی ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس زمانہ کے لئے بھی رسول ہیں۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ قرآن کے سات بطن ہیں اس سے ضروری نہیں کہ یہی مراد ہو کہ سات ہی بطن ہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ دس۔ بیس۔ پچاس۔ سو۔ ہزار۔ دو ہزار بطن ہوں۔ کیونکہ عربی زبان میں سات کا عدد کثرت پر دلالت کرتا ہے۔ درحقیقت قرآن کریم میں یہ ایک بہت بڑی خوبی ہے کہ جب وہ کوئی مضمون لیتا ہے تو اس کے تمام متعلقہ مضامین کو اس کے نیچے تہ بہ تہ جمع کر دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح زمین کے طبقات ہوتے ہیں۔ قرآن کریم ایک چھوٹی سی کتاب کی شکل میں ہے اور زمین کی طرح اس کی ایک تہ کے نیچے ایک مضمون ہے۔ دوسری تہ کے نیچے دوسرا مضمون ہے۔ تیسری تہ کے نیچے تیسرا مضمون ہے۔ اور اس طرح تھوڑے سے الفاظ میں ہزاروں مضامین بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم نے کہا ہے کہ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ یعنی اس کے اندر تمام ایسی تعلیمیں پائی جاتی ہیں جو قیامت تک کام آنے والی ہیں۔ اور کوئی ایسی تعلیم جو دائمی ہو اس سے باہر نہیں رہی۔

اسی شان اور عظمت کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کا ایک نام مجید بھی رکھا۔ جس طرح خدا مجید ہے اسی طرح یہ قرآن بھی مجید ہے (البروج) اور بڑی شان اور عظمت کا کلام ہے۔ دنیا پر کوئی زمانہ ایسا نہیں آسکتا جس میں قرآن مجید لوگوں کی راہنمائی کرنے سے قاصر ہو۔ وہ ہر زمانہ میں ایک نئی شان سے جلوہ گر ہوتا اور مخالفین اسلام کی آنکھوں کو اپنی چمک سے خیرہ کر دیتا ہے۔ وہ تورات اور ژند و اوستا اور وید کی طرح ایک مردہ کتاب نہیں جو ہر زمانہ کی مشکلات کا حل پیش کرنے سے قاصر ہو۔ بلکہ وہ ایک زندہ کتاب ہے، جس سے ہر زمانہ میں زندگی کا تازہ سامان لوگوں کو میسر آسکتا ہے اور وہ معارف اور حقائق کا ایک ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم ہونے میں نہیں آسکتا۔ حضرت مسیح موعود نے آکر لوگوں کو بتایا کہ کلام الٰہی کے خزانے ختم نہیں ہوگئے۔ بلکہ جس طرح قانون قدرت کے خزانے ختم نہیں ہوتے اسی طرح کلام الٰہی کے خزانے بھی ختم نہیں ہوتے۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

قرآن شریف ایک دینی سمندر ہے۔ جس کی تہہ میں بڑے بڑے نایاب اور بے بہا گوہر موجود ہیں۔

پھر فرمایا: خدا تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ اس زمانہ میں کیسے کیسے جدید علوم پیدا ہوں گے۔ اور خود مسلمانوں میں کیسے کیسے خیالات کے لوگ پیدا ہو جائیں گے۔ ان سب باتوں کا جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دے رکھا ہے۔ اور کوئی نئی تحقیقات یا علمی ترقی نہیں جو قرآن شریف کو مغلوب کر سکے۔ اور کوئی صداقت نہیں کہ اب پیدا ہوگئی ہو۔ اور وہ قرآن شریف میں پہلے ہی سے موجود نہ ہو۔

پھر فرمایا: سائنس اور مذہب میں بالکل اختلاف نہیں بلکہ مذہب بالکل سائنس کے مطابق ہے اور سائنس خواہ کتنی ہی عروج پکڑ جاوے مگر قرآن کی تعلیم اور اصول (دین) کو ہرگز نہیں جھٹلا سکے گی۔

پھر فرمایا: خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْآنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔

پھر فرمایا: یہ امر ثابت شدہ ہے کہ قرآن شریف نے دین کے کامل کرنے کا حق ادا کر دیا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے۔ () (المائدہ-4) یعنی آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے اور میں (-) کو تمہارا دین مقرر کر کے خوش ہوا۔ سو قرآن شریف کے بعد کسی

مکرم رانا غلام مصطفیٰ منصور صاحب

کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کر چکا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں:

قرآن کریم میں تین خوبیاں ہیں۔ پہلی کتابوں کی غلطیوں کو الگ کر کے ان کے مفید حصہ کو عمدہ طور پر پیش کیا ہے اور جو ضروریات موجودہ زمانہ کی تھیں ان کو اعلیٰ رنگ میں پیش کیا۔ اس کے سوا جتنے مضامین ہیں۔ اللہ کی ہستی، قیامت، ملائکہ، کتب، جزا سزا، اخلاق میں جو پیچیدہ مسئلے ہیں ان کو بیان کیا۔

پھر فرمایا: قرآن کریم سے بڑھ کر دنیا کے لئے کوئی نور، شفاء، رحمت، فضل اور ہدایت نہیں ہے اور قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی مجموعہ سچی باتوں کا نہیں ہے۔ یہ سچ اور بالکل سچ ہے۔

قرآن کریم کی عظمت اور فضائل بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

ہزاروں لاکھوں کتابیں دنیا میں تصنیف کی گئی ہیں۔ ہندوستان اور بیسیوں ملکوں میں کتب موجود ہیں۔ ہندوستان ایک غریب ملک ہے اور پنجاب ایک غریب صوبہ ہے۔ مگر صرف اسی کے کتب خانوں میں لاکھوں کتابیں موجود ہیں۔ اسی طرح دنیا میں ہزاروں لائبریریاں ہیں اور ان میں لاکھوں کتابیں موجود ہیں اور اس سے پہلے کروڑوں کتابیں لکھی گئیں اور تباہ ہوگئیں۔ بعض کتابیں ایسی ہیں کہ ان کی سو سو جلدیں ہیں۔ مگر ان سب کتابوں کے مقابلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چھوٹی سی کتاب ملی جسے لوگ حفظ بھی کر لیتے ہیں۔ مگر اس کے نور اور اس کے عرفان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس کا ایک ایک لفظ اپنے اندر وسیع معانی و مفہوم رکھتا ہے۔ اس کی ایک آیت کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی کتاب ہیچ ہے۔ زبان اتنی شیریں ہے کہ بڑے سے بڑا ماہر اس کو سن کر دنگ رہ جاتا ہے۔ عرب میں سات بڑے شاعر ہوئے جن کے قصیدے سونے کے حروف سے لکھ کر خانہ کعبہ کے دروازوں پر لٹکائے گئے۔ ان میں سے ایک شاعر لبید مسلمان ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ انہیں بلایا اور کہا کوئی اچھا شعر سُنائیں؟ انہوں نے سورۃ بقرہ پڑھ کر سُنانا شروع کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اچھے شاعر ہیں! انہوں نے کہا اے خلیفۃ الرسول کیا قرآن کے ہوتے ہوئے کسی شعر کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ اس کے مقابلہ میں تو دنیا کی ساری شاعری ختم ہوگئی۔

قرآن کریم کی عظمت اور فضیلت بیان کرتے ہوئے حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث فرماتے ہیں:

جو دین (مومن) کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے اور جو شریعت کامل ہے وہ قرآن کریم میں ہے پس……فرمایا کہ اگر تم اپنے ربّ کو راضی کرنا چاہتے ہو۔ اگر تم اس کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اگر تم اس سے تعلق محبت قائم کرنا چاہتے ہو۔ تو تمہارے لئے صرف یہی راہ ہے کہ قرآن کریم کی پوری اتباع کرو اور اس یقین پر قائم ہو جاؤ کہ ہماری تمام روحانی، اخلاقی، دینی اور دنیوی ضرورتوں کو پورا کرنے کے سب سامان قرآن کریم میں موجود ہیں اور اگر ہم ان روحانی اسباب سے فائدہ اٹھائیں اور ان پر عمل کریں تو ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع قرآن کریم کی عظمت شان اور فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن کریم حیرت انگیز عقل و دانش کی ایک ایسی کتاب ہے کہ جو انسانی فطرت کی غلطیوں کی اصلاح کے ساتھ اس کے اخذ کئے ہوئے نتیجوں کی درستی کرتی ہے اور پھر اس کی صحیح راہنمائی بھی فرماتی ہے۔

روحانی دنیا کی یہ سائنٹیفک کتاب حیرت انگیز طور پر ایسی ایسی اصطلاحیں استعمال فرماتی ہے اور ایسے ایسے مضامین پر روشنی ڈالتی ہے کہ انسانی عقل وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔ قرآنی نقطہ نگاہ کا علم ہو جانے کے بعد جب آپ تدبر اور غور کریں تو آپ قرآنی بیانات کو حیرت انگیز طور پر سچا پائیں گے۔

ہمارے پیارے امام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قرآن کریم کی عظمت اور فضائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

قرآن کریم ہی وہ کامل کتاب ہے جو اپنے اندر پرانی تاریخ بھی لئے ہوئے ہے۔ نئے احکامات بھی لئے ہوئے ہے اور دنیاوی لحاظ سے جو نئی ایجادات ہیں ان کی پیش خبری بھی پہلے سے قرآن کریم نے دے دی ہے اور جوں جوں کوئی نئی دریافت ہوتی جاتی ہے اس کی تائید قرآن کریم سے ملتی جاتی ہے۔ بلکہ مسلمان سائنسدان اگر غور کریں اور غور کر کے اپنی ریسرچ (Research) قرآن کریم کی پیشگوئیوں کے حوالے سے کریں یا اس علم کے حوالے سے کریں۔ جو قرآن کریم میں ایک خزانے کی صورت میں موجود ہے۔ تو نئی ریسرچ کی بہت سی راہنمائی قرآن کریم سے ملے گی۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے بھی قرآن کریم کے علم کی روشنی میں اپنی ریسرچ کی تھی۔ اور جیسا کہ میں پہلے بھی کئی دفعہ بتا چکا ہوں کہ ان کے غور کے مطابق قرآن کریم میں سات سو کے قریب ایسی آیات ہیں۔ جو سائنس سے متعلق ہیں یا ایسی آیات ملتی ہیں جن سے سائنس کے بارے میں راہنمائی ملتی ہے۔ تو یہ ان کا غور ہے جو انہوں نے کیا۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی اور احمدی……سائنسدان اس وسیع سمندر میں غوطہ لگائے تو قرآن کریم میں سے اس سے بھی زیادہ علم کے موتی تلاش کر کے لے آئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم کی تعلیم پر کماحقہٗ عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

☆……☆……☆

ع۔ح۔

میرے والد مکرم حمید اللہ صاحب سائیں ہٹی والے

میرے والد مکرم حمید اللہ صاحب ولد مکرم پیدائش اللہ صاحب سکنہ چک نمبر 565 گ۔ب ضلع فیصل آباد مورخہ 2 ستمبر 2016ء کو 69 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ مرحوم اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

میرے والد محترم اپنی سادگی اور عجز کی وجہ سے سارے گاؤں میں ''سائیں ہٹی والا'' کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ آپ نے گاؤں میں ایک چھوٹی سی کریانہ کی دکان ڈال رکھی تھی۔

مرحوم بفضل باری تعالیٰ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ جب بھی نماز کا وقت ہوتا تو سودا دینا بند کر دیتے اور چاہے جتنے بھی گاہک دکان پر آئے ہوتے ان سب کو کہتے کہ اب نماز کا وقت ہوگیا ہے آپ لوگ بھی نماز پڑھ لیں کاروبار بعد میں ہوگا۔ کئی غیراز جماعت بھی ہوتے جو بسا اوقات دکان کے باہر بیٹھ کر اس وقت تک آپ کا انتظار کرتے جب تک کہ آپ نماز پڑھ کر واپس آ جاتے۔ ان کی اس نیک عادت کی وجہ سے کئی لوگ گھر سے چلنے سے پہلے یہ دیکھ لیتے کہ کہیں اب نماز کا وقت تو نہیں۔ اگر نماز کا وقت ہوتا تو وہ اس وقت تک انتظار کرتے یہاں تک کہ نماز پڑھنے کے بعد آپ واپس آ کر دکان کھول لیتے۔

آپ رمضان کے روزوں کے علاوہ نفلی روزے بھی کثرت سے رکھتے تھے۔ ایک دفعہ مسلسل چھ ماہ کے روزے رکھے۔ پوچھنے پر بتایا کہ یہ حضرت مسیح موعود کا طریق ہے میں اس سنت کو تازہ کر رہا ہوں۔

آپ ہر وقت زبان پر درود شریف اور دعاؤں کا ورد کرتے رہتے اور دست درکار دل بایار والی کیفیت نظر آتی۔ نمازوں کے پابند اور کم گو تھے اور بڑی باقاعدگی سے نماز تہجد ادا کرتے تھے۔

بیت الذکر میں نماز تہجد ادا کر کے ہمیشہ فجر کی نداء دیا کرتے تھے اور حکومت کی طرف سے نداء پر پابندی کے بعد اکثر خواہش کرتے کہ کاش وہی دن پھر لوٹ آئیں جب ہماری بیوت الذکر سے بھی نداء کی صدائیں بلند ہوں اور توحید الٰہی کا اعلان اور حضرت محمد ﷺ کی سچائی کی شہادتیں ایک دفعہ پھر سے ان خاموش عبادت گاہوں سے بلند ہونے لگیں۔

میاں بیوی کا آپس میں نہایت پیار اور محبت کا تعلق کا رشتہ تھا بیوی بھی نہایت فرمانبردار تھی اور خاوند بھی اپنے بیوی کی تمام ضروریات کا خیال رکھتا۔ ان کو کبھی ایک دوسرے سے اونچی آواز میں بات کرتے نہیں دیکھا گیا۔ ایک دفعہ جب والدہ محترمہ بیمار ہو کر طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں داخل تھیں تو وہاں جا کر ان کی ٹانگیں دبانا شروع کر دیں اور ان کو تسلیاں دیتے رہے کہ اللہ آپ پر رحم کرے گا پریشان نہ ہوں۔

آپ دکان کی تمام اشیاء نہایت مناسب ریٹ پر فروخت کرتے تھے۔ 1988ء میں جماعت کے مخالفین نے احمدیوں کا سوشل بائیکاٹ کیا تو ایک دن جب گاؤں میں مخالفین کی مسجد میں بائیکاٹ کا ذکر چل رہا تھا تو اتفاق سے مسجد کا لاؤڈ سپیکر بھی آن تھا ایک شخص نے کہا کہ مسلمان صرف مسلمانوں کی دکانوں سے سودا سلف لیا کریں۔ احمدیوں کی دکان سے آج کے بعد کوئی شخص سودا لینے بھی نہ جائے تو دوسرا شخص اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ احمدیوں کی دکان سے ہر چیز سستی ملتی ہے۔ ہم ان کی ''مسلمانی'' کو کیا کریں جو ہر چیز پر ناجائز منافع لیتے ہیں۔ یہ اعلان مسجد میں موجود سب لوگوں نے بھی سنا اور لاؤڈ سپیکر کی آواز جہاں تک جاتی تھی وہاں تک سب لوگوں نے یہ باتیں سن لیں اور اس کے بعد ان کی دکان کی بکری پہلے سے بھی بڑھ گئی حتیٰ کہ بائیکاٹ کا اعلان کرنے والے خود بھی اور ان کے ساتھی بھی کسی اور دوست کے ذریعہ احمدیوں کی دکان سے سودا منگوا لیتے کہ اچھا اور سستا سودا ملتا ہے۔ آپ کی سادگی کی وجہ سے اور کچھ لوگوں نے ان کے ساتھ مالی بے ضابطگیاں بھی کیں جس کی وجہ سے زیر بار آ گئے لیکن آپ کبھی ان کے خلاف کوئی لفظ زبان پر نہ لائے۔ انما اشکو بثی وحزنی الی اللّٰہ کے مطابق اپنے غم اور تکلیفیں محض اپنے مولا کے حضور ہی عرض کرتے اور مولا کریم آپ کی فریادوں کو سنتا اور شرف قبولیت بخشتا۔

آپ نے اپنی دکان کے اندر اور باہر حضرت مسیح موعود کی پاکیزہ تحریرات اور آپ کے اشعار جگہ جگہ لکھوائے ہوئے تھے تاکہ لوگوں کو یہ اشعار پڑھ کر جماعت کا تعارف ہو اور حضرت مسیح موعود کا پیغام ان تک پہنچے۔

جب مخالفین احمدیت نے ان تحریروں کو مٹانے کے لئے چند نوجوانوں کو ان کی دکان پر بھجوایا تو آپ کو بڑی پریشانی ہوئی اور مسلسل دعاؤں میں مصروف رہے۔ آپ کے بھائی محترم محمد اسلم صاحب (جو صدر جماعت بھی تھے) نے بڑی حکمت سے انہیں روکا اور بلند آواز سے کہا کہ یہ تحریریں ہم سے تو ہرگز مٹانے کی توقع نہ رکھیں۔ حضرت مسیح موعود کی یہ مبارک تحریرات آج بھی ان کی دکان کا جھومر ہیں جو دکان پر آنے والے اور ہر راہ گزر کو پیغام حق دے رہی ہیں۔

اکلوتے بیٹے اور ایک بیٹی کی بیماری کی وجہ سے مالی کمزوری کا شکار ہو گئے لیکن ان کٹھن حالات میں بھی اپنا چندہ وصیت ہمیشہ بروقت ادا کرتے۔ اور وفات کے وقت ان کا چندہ صرف دو ماہ کا باقی تھا جو کہ وہ اپنی بیماری کی وجہ سے ادا نہ کر سکے۔

آپ ہر حالت عسر و یسر میں ہمیشہ راضی بقضا رہتے اور کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لاتے۔ نہایت صابر وشاکر وجود تھے بچوں کی تکالیف پر بھی اور اپنی وفا شعار بیوی کی وفات پر بھی بہت صبر کا مظاہرہ کیا اور جب اپنی بیماری اور تکلیف انتہاء پر تھی تب بھی خاموشی سے لیٹے رہتے اور ہرگز جزع فزع نہ کرتے بلکہ ہمیشہ زیرلب دعاؤں اور تسبیحات میں مگن رہتے۔

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب میرے خاوند محترم نصیر احمد بدر صاحب مربی سلسلہ کی عمر ابھی چھوٹی تھی کہ ان کی امی جان ہماری دکان پر سودا لینے آئیں اور ان کے ساتھ ان کا یہ بیٹا بھی تھا تو اس بیٹے کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ یہ بچہ مجھے دے دو۔ نصیر احمد بدر صاحب کی والدہ محترمہ نے کہا کہ اگر ساری دکان بھی مجھے دے دو تب بھی میں اپنا یہ بیٹا تمہیں ہرگز نہیں دوں گی۔ خیر وقت بیت گیا بات آئی گئی ہوگئی۔ جب میرا رشتہ ان سے طے ہوا تو مربی صاحب کی والدہ محترمہ کہنے لگیں کہ لو آج تمہارا مطالبہ پورا ہو گیا ہے اور میرا بیٹا تمہیں آخر کار مل ہی گیا ہے۔ الحمدللہ کہ آخری بیماری میں جب ان کا حقیقی بیٹا خود بیمار تھا اور وہ اپنے والد کو سنبھال نہ سکتا تھا تو اسی بیٹے نے انہیں سنبھالا جو کہ داماد کی شکل میں انہیں ملا۔ گاؤں میں علاج معالجہ کی سہولت نہ تھی تو انہوں نے فضل عمر ہسپتال اور طاہر ہومیو پیتھک انسٹیٹیوٹ سے اپنے علاج کے لئے ربوہ میں اسی داماد بیٹے کے گھر میں قریباً دو ماہ قیام کیا۔

اللہ کریم آپ سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور اپنی رضا کی جنتوں میں داخل کرے۔ آمین

☆……☆……☆

مکرم اویس احمد صاحب

میرے نانا مکرم عطاء محمد قیصرانی صاحب کا ذکرِ خیر

خاکسار کے **نانا** جان مکرم عطاء محمد قیصرانی صاحب نیک اور جماعت کے برگزیدہ لوگوں میں سے تھے۔ آپ کی پیدائش 1913ء میں تونسہ شریف کے شمال میں تقریباً تیس کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ٹبی قیصرانی کے نزدیک گاؤں بستی میرانی میں ہوئی۔ یہ بستی دریائے سندھ سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر ہے۔

آپ کی عمر ابھی تیرہ چودہ سال کی تھی کہ اپنے خاندان کے ایک بزرگ عثمان خان صاحب (جو رشتے میں آپ کے چچا تھے) کے ساتھ راہِ حق کی تلاش میں قادیان گئے۔ وہاں آپ نے حق کو پہچان کر بیعت کر لی اور اپنی بیعت کے عہد کو مرتے دم تک ایسا نبھایا کہ خاکسار کی والدہ محترمہ بتاتی ہیں کہ آپ کبھی کبھار کہا کرتے تھے کہ ”یہ احمدیت کی برکت ہے کہ جب سے ہوش سنبھالا ہے اللہ کے فضل سے میری تہجد کبھی قضا نہیں ہوئی۔ آپ ہمیشہ صبح نماز کے لئے سب کو اٹھاتے، خود بھی قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور دوسروں کو بھی تلاوت قرآن کریم کی نصیحت کرتے تھے۔

پیشہ کے لحاظ سے آپ سکول ٹیچر تھے اور سکول گھر سے چھ کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا یہ فاصلہ روزانہ سائیکل پر طے کرتے تھے۔ تقریباً تیس سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی۔ **نانی** جان بھی متقی اور پرہیزگار خاتون تھیں۔

آپ بچوں سے بہت پیار کرتے تھے **نانی** جان بتایا کرتی تھیں کہ گندم کی کٹائی کے دنوں میں فصل کاٹنے کے لئے مختلف علاقوں سے غریب لوگ آتے تھے۔ گھر کی حویلی کافی بڑی تھی جہاں بہت سی چارپائیاں پڑی ہوتی تھیں۔ فصل کاٹنے والی عورتیں **نانا** جان کی اجازت سے اپنے بچوں کو ان چارپائیوں کے ساتھ کپڑے کی چادریں پنگھوڑے کے طور پر باندھ کر سلا جاتی تھیں۔ ان کے جانے کے بعد **نانا** جان ان بچوں کو جھولا جھلاتے رہتے تھے۔ آپ سب کے ساتھ بہت محبت کا سلوک کرتے تھے۔

نانی جان بتایا کرتی تھیں کہ آپ نہ خود کسی کی غیبت کرتے اور نہ کبھی کسی کو غیبت کرنے دیتے۔ جب کبھی ہم عورتیں آپس میں بیٹھ کر باتیں کر رہی ہوتیں تو ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ ”پھر کسی کا گوشت تو نہیں نوچ رہی نا“۔

نانی جان بتاتی ہیں کہ آپ کے بھائی احمدیت کے بغض کی وجہ سے ہمیشہ جائیداد اور فصل کی تقسیم میں **نا**انصافی سے کام لیتے تھے اور جب میں ان سے کہتی کہ ”آپ اس کے لئے بولتے کیوں نہیں اور اپنے بھائیوں کو پورا حصہ دینے کے لئے کیوں نہیں کہتے۔ تو جواب میں آپ کہتے کہ ”سارا پیسہ اور جائیداد اس دنیا میں لے کر کیا کرنا ہے کچھ آگے کے لئے بھی چھوڑ دو، وہاں جا کر ان سے وصول کر لیں گے“۔

ابتداء میں آپ کے اپنے گاؤں میں زیادہ مخالفت نہیں تھی لیکن ایک مخالف وہاں کی مقامی مسجد میں آگیا اور اس نے شدید مخالفت کی اور سارے گاؤں کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ تمام گاؤں والوں کو آپ کے بائیکاٹ کرنے کا کہتا تھا اس کا یہ حربہ کافی حد تک کامیاب بھی رہا۔ گاؤں کے لوگ عموماً آپ کو مولوی صاحب کہہ کر بلاتے تھے اور کہتے تھے کہ مولوی صاحب! اگر آپ مرزائی نہ ہوتے تو سیدھے جنتی ہوتے۔

ایک دفعہ کسی نے کہا کہ تم کہتے پھرتے ہو کہ مہدی آگیا، مہدی آگیا۔ اگر اب کوئی دوسرا مہدی آگیا تو پھر تم کیا کرو گے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ ”پھر بھی ہم ہی مانیں گے تم کبھی نہیں مانو گے“۔

اتنی مخالفت کے باوجود جب بھی کسی مسئلہ میں کوئی گواہی دینی ہوتی تو سب کہتے کہ مولوی عطاء محمد کو بلاؤ وہ جھوٹ نہیں بولے گا۔

آپ ہمیشہ خدا ترسی اور لوگوں سے ہمدردی کے جذبہ سے سرشار رہتے تھے۔ **نانی** اماں جب کسی غریب کو کوئی کپڑے یا جوتے دیتیں تھیں تو ہمیشہ ہنستے ہوئے کہتے تھے کہ ”جب غریب کو کچھ دو تو ایسا دو جو خود بھی پہن سکو ورنہ آگے جنت میں پرانے کپڑوں اور جوتیوں کے ڈھیر لگے ہوں گے۔

نانا جان ہمیشہ دعاؤں میں مشغول رہتے تھے۔ ان کی زندگی میں دعاؤں کی قبولیت کے بیشمار واقعات ہیں۔

خاکسار کے ماموں بشیر احمد قیصرانی صاحب (مرحوم) جو **نانا** جان کی دوسری اولاد تھے، کی پیدائش سے پہلے **نانا** جان بہت زیادہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے نیک اور صالح اولاد عطا فرما۔ تو کہتے ہیں کہ ایک رات مجھے خواب میں آواز آئی جو غالباً حضرت مسیح موعود کی تھی کہ ”دوسرا بشیر ہوگا“۔ اور جب بیٹا پیدا ہوا تو اس کا **نا**م بشیر احمد رکھا گیا۔

مکرم بشیر احمد صاحب بھی لیہ کے ایک سکول میں ٹیچر رہے اور ان کے تقویٰ، پرہیزگاری اور جماعتی خدمات کے بارے میں آج بھی لیہ میں جماعت احمدیہ کے احباب بخوبی واقف ہیں۔

میرے دوسرے ماموں سعید احمد صاحب چھوٹے تھے تو ان کی **نانا** جان سے بہت محبت تھی اسی وجہ سے سعید احمد صاحب **نانا** جان کی سکول سے واپسی کا گھر کے دروازہ پر روزانہ بے صبری سے انتظار کرتے تھے۔ ایک دفعہ **نانا** جان کا ٹرانسفر کوٹ مبارک ہو گیا۔ سکول کافی دور ہونے کی وجہ سے **نانا** جان کو وہیں سکول میں رہنا پڑتا تھا اور ایک ہفتہ کے بعد گھر آتے تھے۔ اس بات کو ماموں سعید احمد نے کافی محسوس کیا اور بیمار اور مرجھائے ہوئے رہنے لگے تو **نانی** اماں نے کہا کہ آپ کسی کو کچھ پیسے وغیرہ دے کر واپس اپنا ٹرانسفر کیوں نہیں کروا لیتے ورنہ آپ کا بیٹا زیادہ بیمار ہو جائے گا تو جواب میں کہنے لگے کہ ”میں کسی کو رشوت دینے کی بجائے خدا تعالیٰ کو رشوت نہ دے دوں؟“ اور پھر دعاؤں کے نتیجہ میں صرف بائیس دن کے اندر ٹرانسفر واپس اپنے سکول میں ہو گئی۔

نانا جان کو اکثر سچی خوابیں آتی تھیں لیکن وہ گھر میں ان کا بہت کم ذکر کرتے۔ ایک دفعہ صبح اٹھے تو کچھ پریشان سے تھے۔ **نانی** اماں کے پوچھنے پر بتایا کہ ”رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں دریا کے کنارے پر بیٹھا ہوں اور ایک کالی آندھی دریا سے اٹھتی ہے اور مجھ پر آ کر گرتی ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ کوئی بڑا نقصان ہونے والا ہے“۔ اس خواب کے تھوڑے عرصہ بعد ہی ان کا بیٹا رشید احمد بعمر بیس سال وفات پا گیا۔

نانا جان ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! مجھے اس وقت تک مہلت ضرور دینا جب تک میرے بچے جوان نہ ہو جائیں۔ ایک دن صبح کے وقت خاکسار کی والدہ یعنی اپنی بیٹی کو بتایا کہ رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے پلنگ کے پاس میز کے اوپر ایک ڈائری پڑی ہوئی ہے جس پر لکھا تھا کہ تو فلاں **تا**ریخ کو وفات پائے گا“۔ میری والدہ یہ سن کر رونے لگیں تو کہنے لگے کہ ارے پگلو! تم سب اس وقت بچوں والے ہو گے۔

والدہ صاحبہ کہتی ہیں کہ مجھے صحیح طور پر وہ **تا**ریخ تو یاد نہیں لیکن یہ یاد ہے کہ ان کی وفات کی تاریخیں وہی تھی جو **نانا** جان نے بتائی تھی۔

ربوہ جلسہ سالانہ پر ہر سال باقاعدگی سے جاتے تھے۔ گاؤں سے سائیکل پر کئی گھنٹوں کی مسافت کے بعد لیہ آتے اور پھر لیہ سے جلسہ کے لئے بس پر سوار ہو کر ربوہ جاتے تھے۔ آپ کے گھر کے ساتھ برادری کے دو تین لوگوں نے بھی گھر بنا لئے تھے۔ ہمسائے ہمیشہ یہی کہتے کہ مولوی صاحب کی وجہ سے ہمیں بھی اس جنگل میں ڈر نہیں لگتا کیونکہ مولوی صاحب ساری رات تقریباً جاگتے رہتے ہیں اور نوافل اور نماز تہجد میں مصروف رہتے ہیں۔

آپ کو پنجوقتہ نمازوں کا اتنا خیال تھا کہ تقریباً 1974ء میں جب آپ پر فالج کا اٹیک ہوا۔ اس دوران آپ کئی بار بیہوش بھی ہو جاتے تھے لیکن جب بھی ہوش آتا تو کہتے کہ مجھے وضو کروا دو میں نے نماز پڑھنی ہے۔ صرف پندرہ دن کی بیماری کے بعد آپ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆

مجلس خدام الاحمدیہ فن لینڈ کے زیر اہتمام قرآن کریم کی نمائش

فن لینڈ کے دارالحکومت ہیلسنکی ریجن کے شہر ایسپو میں مجلس خدام الاحمدیہ فن لینڈ کو اللہ کے فضل وکرم سے قرآن کریم کی نمائش لگانے کا موقع ملا۔ نمائش کے لئے شہر کی ایک مشہور اور مصروف سیلّو نامی لائبریری کا انتخاب کیا گیا۔ یہ نمائش 12 نومبر 2016ء کو بعد دوپہر پانچ گھنٹے تک جاری رہی۔

نمائش میں مختلف زبانوں میں تراجم قرآن کریم رکھے گئے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت مصلح موعود کی کتاب ”لائف آف محمد ﷺ“ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب ”World Crises and Pathway to Peace“ بھی رکھی گئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جماعتی مختصر تعارف کے پمفلٹ بھی رکھے گئے۔ اللہ کے فضل سے لوگوں کا بہت اچھا تاثر رہا اور بہت سے لوگوں نے جماعت کا تعارف حاصل کیا۔

اللہ کے فضل سے تقریباً 65 افراد نے جماعتی سٹال وزٹ کیا اور 20 کتب بھی تقسیم کی گئیں۔ بہت سے افراد نے سوالات بھی کئے اور امن کے اس پیغام کو پھیلانے کیلئے اپنا تعاون بھی پیش کیا۔

جماعت کی طرف سے 10 خدام نے نمائندگی کی۔ جس میں مکرم مصور احمد شاہد صاحب اور صدر خدام الاحمدیہ وقار جاوید صاحب بھی شامل تھے۔

اختتام میں اللہ کے حضور دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ جماعت کے اس پیغام کو لوگوں کے دلوں میں اتارے اور یہ لوگ اس حقیقی پیغام کو سمجھنے والے ہوں۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆

مکرم پروفیسر محمد شریف خان صاحب

میری اہلیہ مکرمہ رشیدہ تسنیم صاحبہ کے متعلق ان کے بچوں کے تاثرات

خاکسار کی اہلیہ مکرمہ رشیدہ تسنیم صاحبہ کو گزرے ہوئے تقریباً 7 سال ہو چلے، اس دوران مرحومہ کے بچے اپنی والدہ کی یادوں کو اپنے اپنے انداز میں سمیٹ کر مرحومہ کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ ان بچوں کی یادوں پر مشتمل تاثرات درج ذیل ہیں۔

مکرم محمد ظفر اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

میری ماں بہت دلیر اور باحوصلہ خاتون تھیں، جس کا مظاہرہ ہم بچوں نے بہت سے مواقع پر دیکھا۔ جامعہ نصرت ربوہ کے قومیائے جانے کے بعد جب امی پرنسپل بنیں تو غیر از جماعت سٹاف نے سخت مخالفت کی۔ امی سے جس حد تک بن پڑا درگزر اور ملائمت سے کام لیتی رہیں۔ امی میں سادہ مزاجی بھی کمال کی تھی۔

امی کی شعر فہمی غضب کی تھی۔ لڑکپن سے میری طبیعت شاعری کی جانب راغب دیکھ کر مجھے کالج کی لائبریری سے اکثر شعری مجموعے لا دیتیں اور کہا کرتیں کہ مجھ سے فارسی پڑھ لو۔ فارسی کے کچھ شعراء سے متعارف کروایا۔ اکثر عمدہ اشعار پر نشان لگا دیتیں اور مطلب پوچھتیں، اگر میری وضاحت میں کمی نظر آتی، جو عموماً ہوتی تو خود وضاحت کرتیں۔

امی از حد ملنسار، زبردست حسِ مزاح کی مالک اور انسانی تعلقات کے سلسلے میں بہت زود حس اور معاملہ فہم خاتون تھیں۔

ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد امی اور ابا جان کو بوجوہ امریکہ آنا پڑا۔ یہاں آکر ابتدائی کچھ سال بعض مسائل سے واسطہ پڑا کہ جن کا فوری حل ممکن نہ تھا۔ وہ وقت بہت صبر اور شکر سے دُعائیں کرتے ہوئے گزارا۔ آخر خدا نے بڑا احسان کیا اور ان تمام مشکلات سے خلاصی کے ذرائع پیدا کر دیئے۔ امی کی زندگی کا اہم پہلو ان کی قرآن کریم اور کتب حضرت مسیح موعود سے محبت تھی۔ ربوہ میں اپنے قیام کے دوران قرآن کریم کی درست قرات سیکھی۔ امریکہ آکر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے سارے قرآن کریم کے ترجمہ والے درس بار بار مکمل طور پر سُنے۔

محمد مسعود خان صاحب کیلگری کینیڈا لکھتے ہیں۔

امی جان کو قرآنِ شریف سے بہت پیار تھا۔ جہاں تک ممکن ہوتا ہم سب بچوں کو قرآنِ کریم پڑھنے کی تلقین کرتیں۔ امی کے زیر مطالعہ قرآنِ کریم کا نسخہ میرے بیٹے دانیال کے پاس ہے جس پر امی نے جگہ جگہ حاشیہ میں نوٹس وغیرہ لکھے ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ مجھے فرمایا میں نے اپنے سب بچوں کے گھروں میں قرآنِ شریف ختم کیا ہے۔ بیماری کے باوجود اپنے پوتوں، پوتیوں کو قرآنِ شریف مسلسل پڑھایا، بچوں سے قرآنِ کریم سنتیں اور اصلاح فرماتیں۔ اسی طرح مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ اگر کوئی اچھی تحریر پڑھتیں تو فون پر ہر کسی کو بتاتیں، اور اس طرح نیکی پھیلاتیں۔ ہم میں دراصل اردو شاعری اور اردو ادب کا شوق امی جان سے آیا ہے۔ گرمیوں کے لمبے دنوں میں دوپہر کے بعد میں اکثر آپ سے غالب یا کسی اور شاعر کے شعر کا مطلب پوچھتا تو بڑے ہی احسن انداز میں اس کی تشریح کرتیں جس سے اور بھی پڑھنے کی طرف توجہ ہوتی۔

ہماری اچھی تعلیم کیلئے بہت کوشش کی، جہاں تک ممکن ہوا، بہتر سے بہترین پڑھائی کیلئے بچوں کو ہمت دلاتی رہیں اور ہمت نہ ہارنے اور محنت کی تلقین کرتیں رہیں۔ مجھ سے ہمیشہ فون پر میرے کام کے بارے میں تفصیلات پوچھتیں اور پیارے انداز میں نصائح کرتیں۔ امی کی سب سے بڑی خوبی سب کے ساتھ نباہ کرنا تھا۔ کسی کو اپنے سے کم تر نہ سمجھا، ہمیشہ کوشش ہوتی کہ سب کے ساتھ اچھے مراسم رہیں۔ جب کوئی مہمان آنا ہوتا تو بڑی کوشش سے گھر کو صاف کرواتیں، اور ہر ممکن طریق سے خاطر تواضع کرتیں۔ کئی غریب اور ضرورت مند لوگ آپ سے مل کر لمبی لمبی باتیں کرتے اور اپنی مشکلات بتاتے۔ مجھے حیرت ہوتی کہ کس طرح لوگوں کی لمبی لمبی باتیں توجہ سے سن لیتی تھیں۔ کئی ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کیں، کئی لڑکیوں کی شادیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، بلکہ شادیاں کروائیں۔ دوستی خوب نباہتی تھیں۔ امی کی سہیلیاں امی کی خوش مزاجی کی وجہ سے اکثر ان سے ملنے آتیں اور لمبی محفلیں جمتیں۔

کالج میں ملازمت کا زمانہ بھی بہت اچھے طریقے سے گزارا۔ یہ کوشش ہوتی کہ کالج خوبصورت لگے۔ اور وہاں مختلف قسم کے پھول اور پودے لگوائے۔ اکثر فیصل آباد جا کر پودے خرید لاتیں۔ اور کالج میں اپنی نگرانی میں لگواتیں۔ اپنے سٹوڈنٹس کے ساتھ بہت دوستانہ تعلقات تھے۔ اسی طرح گھر کے ملازمین کے ساتھ بہت اچھا سلوک تھا، گھر میں کام کرنے والیوں کو ہر روز کچھ نہ کچھ دے کر ہی بھیجتیں۔ ہر ایک سے، اپنے خاندان والوں سے اور اپنے سسرال سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ کوشش ہوتی کہ اپنا حق چھوڑ کر دوسروں کو خوش کر لیں اور تعلقات خراب نہ ہوں۔ لین دین کے معاملات کو ہمیشہ بہت صاف رکھا۔ اول تو کوشش کرتیں کہ قرضہ نہ لیں، اگر کبھی ایسا شاذ ہو بھی جاتا تو کچھ زیادہ ہی واپس لوٹا دیتیں، تا کہ کسی کو کوئی شکوہ نہ ہو۔

آپ کی بڑی خوبی جو میرے لئے مشعلِ راہ ہوئی، وہ آپ کا مشکل سے مشکل حالات سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ تھا۔ سخت بیماری میں بھی زندگی کو بھرپور طریقے سے گزارا۔ خود تکلیف کاٹ لی، دوسروں کو تکلیف میں نہیں ڈالا۔ جو کچھ آپ کے پاس تھا، اپنی اولاد میں بانٹ دیا اور خدا کی راہ میں دے دیا۔ خدا تعالیٰ امی کی قربانی قبول فرمائے آمین۔

جہاں جاتیں وہاں پہلی چیز جسے آپ سراہتیں وہ وہاں کے پھول اور پھل ہوتے۔ پھولوں کے پودوں سے تو انتہائی پیار تھا۔ باہر سیر پر جاتے ہوئے پھولوں سے لدے درختوں کو خوب غور سے دیکھ کر ان کی تعریف کرتیں۔ ربوہ کے گھر میں بہت توجہ اور کوشش سے پھولوں کے پودے اور پھل کے درخت لگوائے اور ان کا خیال رکھا۔

بیٹی مکرمہ راشدہ سعدیہ احمد جرمنی لکھتی ہیں۔

امی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی ''درس القرآن کلاس'' کو بے حد شوق کے ساتھ کمپیوٹر پر لگوا کر دیکھتی تھیں۔ پھر قرآن کریم کی مختلف سورتوں یا آیات کا ترجمہ مجھے بہت شوق سے سناتیں، ساتھ ساتھ تاکید بھی ہوتی تھی کہ میں بھی ٹائم نکال کر ضرور اس نعمت سے مستفید ہوں، لیکن میں اکثر بہت ہی کم وقت نکال پاتی تھی۔ پہلے پہل تو امی نے مجھے مختلف لوگوں کی جنہوں نے امی کے بتانے پر درس القرآن کلاسز انٹرنیٹ پر سننی شروع کیں، بہت مثالیں دیں، لیکن پھر میری نااہلی اور نالائقی سے تنگ آ کر انہوں نے خود یہ وطیرہ بنالیا کہ روزانہ مجھے قرآن مجید کی کسی سورۃ یا آیت کی تفسیر سناتیں۔

ہمارے جماعتی حلقے میں تعلیمی نصاب میں دُرِّثمین کی نظموں کا حصہ ہوتا ہے، اسے سمجھنے کی مشکل کو بھی اکثر امی ہی دور کرتیں، میں امی سے فون پر نظم کی تشریح پوچھ کر اجلاس میں سناتی۔ میری ماں نہ صرف یہ کہ ایک بہترین ماں، بلکہ میرے لئے ایک بہترین استاد بھی تھیں۔ میرے دوسرے بیٹے نعمان احمد کی پیدائش پر 1995ء میں جب ربوہ سے جرمنی آئیں تو یہاں یہ اس نوعیت کی پہلی کلاس تھی۔ خدا تعالیٰ کا امی پر ایک خاص فضل یہ تھا کہ ایک شاندار یادداشت کے ساتھ انہیں نوازا تھا۔ دورانِ تلاوت قرآن پاک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جو تشریح کی ہے وہ امی کو عین وقت پر یاد ہوتا تھا۔ قرآن مجید سے ایک مضبوط محبت کا تعلق تھا۔

امی جرمنی میں میرے پاس چار دفعہ تشریف لائیں۔ ہر دفعہ آپ کی تشریف آوری ہمارے لئے خوشیوں اور برکت کا باعث ہوتی۔

آج جب میں بیٹھ کر اپنا بچپن یاد کرتی ہوں، تو میری یادوں میں امی کی گھر میں تیزی سے صفائی کرتے ہوئے وجود کی تصویر ابھرتی ہے۔ ہمیشہ بیشمار کاموں میں مصروف، روزانہ کالج میں جانے کے علاوہ گھر کی صفائی ستھرائی کو ایک تنقیدی نظر سے دیکھتی رہتیں تھی۔ اکثر ماسی نیامتے کے دیر سے آنے پر خود ہی جھاڑ پونچھ میں لگ جاتیں تھیں۔

امی کو اپنے سب بہن بھائیوں سے بھی شدید محبت تھی۔ ہم کیونکہ ننھال کے قریب تھے، اس لئے خالہ وغیرہ سے گپ شپ بھی ساتھ رہتی تھی۔ امی نے ان سب کو بے حد محبت دی ان کیلئے ہر لمحے پریشان اور دعا گو رہیں۔

مکرم پروفیسر محمد شریف خان صاحب

میں اپنے بچپن کی یادوں کا کچھ ذکر کر رہی تھی۔ جن میں ہمیشہ ہی امی کو میں نے کسی نہ کسی کام میں مصروف دیکھا۔ امی کی طبیعت میں ایک خاص قسم کی نفاست اور رکھ رکھاؤ تھا، یہ نفاست ہمارے سارے گھر کے علاوہ امی کے لباس میں بے حد نظر آتی تھی۔ جو بھی ہمارے گھر آتا تو صحن میں لگے خوبصورت رنگدار موسمی پھولوں اور خوبصورت پودوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ خود میرے کالج کے زمانے میں میری ایک سہیلی فقط اس نیت سے ہمارے گھر آتی تھی کہ امی کے خوبصورتی سے اکٹھے کئے ہوئے نادر پودوں کی کچھ ٹہنیاں اپنے گھر میں لگانے کے لئے لے جاسکے۔

پہلے سے بڑھ کر ترقی کرتی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:

امر واقعہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ ہر غیظ و غضب کی حالت میں نہ صرف یہ کہ ترقی کرتی ہے بلکہ پہلے سے بڑھ کر ترقی کرتی ہے اور اس وقت یہی نظارہ ہم سب دنیا میں دیکھ رہے ہیں ایک بھی استثناء نظر نہیں آتا، ساری جماعت کی تاریخ میں کہ کبھی دشمن نے عناد کی آگ لگائی ہو اور جماعت کا کوئی حصہ جل کر بھسم ہوگیا ہو۔ ہر بار بلا استثنا جب دشمن نے آگ بھڑکائی ہے جماعت کندن بن کر نکلی ہے، پہلے سے زیادہ قوت سے ظاہر ہوئی ہے، پہلے سے زیادہ شان و شوکت کے ساتھ ابھری ہے، اس میں نئی نئی شاخیں پھوٹی ہیں، نیا وجود اس کو زندگی کے اعتبار سے ملا ہے، نئے نئے وجود ملے ہیں، نئے ملکوں میں پھر وہ قائم ہوئی ہے، نئی حدوں کو پار کر کے وہ آگے بڑھ گئی ہے۔ کوئی ایک سمت بھی ایسی نہیں آپ بتا سکتے جس میں جماعت دشمنی کے نتیجہ میں سکڑ گئی ہو، جہاں پیچھے ہٹ گئی ہو۔ زندہ قوموں کی ترقی کے جو بھی معیار آپ سوچ لیں ایک ایک معیار کو چسپاں کر کے دیکھیں۔ ہر معیار کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت نہ صرف آگے مسلسل بڑھتی چلی جا رہی ہے بلکہ دشمنیوں کے وقت زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ جاتی ہے۔

(خطبہ جمعہ 16 نومبر 1984ء)